اندھیرے کی سرگوشیاں

اندھیرے کی سرگوشیاں

اندھیرے کی سرگوشیاں

(نظمیں)

عذرا عباس

ترتیب

KUTUB KHANA
JALALI BOOKS
JALALI

اب جیسے کچھ اچھا ہو رہا ہو

اب جیسے کچھ اچھا ہو رہا ہو

اب ہم برے خواب سے ڈر کر جاگتے نہیں

اب کسی شکست پر

ہماری ریڑھ کی ہڈی کے آخری مہرے میں درد نہیں اٹھتا

اب نفرتوں کی بازی جیتے ہوئے

ہمارے دشمن

ہمیں بھیانک نظر نہیں آتے

ہمارے چاروں اطراف شانت ہیں

یہ

وہ

وہاں

جہاں

بس وقت کی بدشکل تخریب کاریاں ہیں

ہم شانت رہتے ہیں

نہیں ہوتے بے آرام

بس

آنکھیں بند کر کے کسی دعا کو منہ ہی منہ میں بدبدانے لگتے ہیں

یا ٹی وی آن کر دیتے ہیں

اور فیملی فورچون دیکھنے لگتے ہیں

اور انتہائی خوش نصیب شخص کی قسمت پر

زور زور سے تالیاں بجاتے ہیں
اور ہنستے ہیں اتنا اتنا کہ
ہمارے آنسو نکل پڑتے ہیں
ہم حیران ہوتے ہین
یہ آنسو تو ہمارے کسی غم پر نہیں نکلے ہیں
یہ تو خوشی پر نکلے ہیں

آپ کا کھیل

آپ اس کھیل میں مجھے بھی شامل کر لیجیے
جو کھیل آپ کھیل رہے ہیں
خدارا، اس سے پہلے کہ میں آپ کا نشانہ بنوں
میں بھی وہی کھیل کھیلوں
جو آپ کھیل رہے ہیں
وہی کھیل جسے میں موت کہتی ہوں
اور آپ لذت
جن لاشوں پر آپ چہل قدمی کرتے ہیں روز
آپ کی گنتی میں اضافے کے باعث
زمین تنگ ہو رہی ہے
لوگوں کے گھر چھوٹے ہو رہے ہیں
یہ الگ بات ہے کہ
جب میں آپ کے کھیل میں شریک ہوں گی
تو میں کس کو نشانہ بناؤں گی؟
یہ کچھ نہیں کہا جا سکتا
ہو سکتا ہے کہ نشانہ آپ ہی ہوں
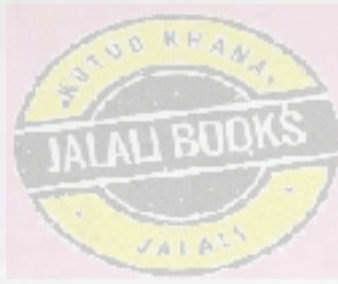
تا کہ تم جان سکو
کہیں ہنسی بھی ہوتی ہے
صرف اداسی پر یہ دنیا نہیں ٹھہری ہوئی ہے

اداسیوں کی بھیڑ میں

اداسیوں کی بھیڑ میں

اداس ہوتے ہیں خواب
غم کی سرشاری میں ڈوبے ہوئے لفظ
اپنی آخری کتھا سناتے ہوئے
مجبوری کا دوشالہ اوڑھ لیتے ہیں
وہ مجبوریوں ہی میں پیدا ہوتے ہیں
اور ان کے درمیان ہی گھٹ گھٹ کر مر جاتے ہیں
کوئی ان کا پرسانِ حال نہیں ہوتا
کبھی دردِزہ کے دوران ہی ان کا دم گھٹ جاتا ہے
کبھی ایک دن کی بھوک سے
اور جب جب ان کی مائیں بھوک سے نبرد آزما رہیں گی
موت کیسے باز آئے گی
موت اپنی ضیافت کی جستجو میں رہتی ہے
اس کو معلوم ہے
بھوک اس کے لیے تیار کرتی رہتی ہے
روز ایک دن کی غذا
بھوک کی سیوا کرنے والے ہاتھ
فراہم کرتے ہیں
بلا ناغہ بھوک سے مر جانے والے
وہ لوگ، جن کو پیاس بھر پانی بھی نہیں ملتا

وہ کیسے لڑ سکتے ہیں اس موت سے
جبکہ اس کی باگ ڈور اُن کے ہاتھ میں ہے
جن کے ذخیرے ان کی آئندہ آنے والی نسلوں کے لیے
لبالب بھرے ہیں
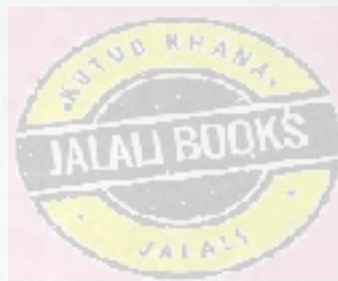
اس سے پہلے کہ

اس سے پہلے کہ
تم کو انعام دیا جائے
کہ کتنے لوگوں کو تم نے مارا ہے،
اس سے پہلے کہ
انعام دینے والوں نے جو انعام تجویز کیا ہے
وہ تمھارے ہاتھوں میں پہنچے،
اس سے پہلے کہ
تم ملنے والے انعام کو اپنے ہونٹوں سے لگاؤ،
تم سمندر کے نزدیک نہیں جانا
سمندر کا یہ فیصلہ ہے
اس نے اپنی چہیتی مچھلی کو تمھاری گھات میں لگا دیا ہے
سمندر کہتا ہے
وہ مچھلی تم کو اور تمھارے انعام دینے والوں کو
اپنے جبڑوں میں چبا کر تھوک دے گی
سمندر کہتا ہے
یہ فیصلہ اس کا نہیں ہے
یہ فیصلہ تو منصف کا ہے
منصف جو تمھیں نظر نہیں آتا
منصف جو مجھے نظر نہیں آتا

اگر تم مجھ سے محبت کرتے

اگر تم مجھ سے محبت کرتے
تو میں اپنے خوابوں کی گٹھری سے ایک خواب نکال کر تم کو دیتی
تب تو میرے خواب سے تمھاری دوستی ہو جاتی
ایسا نہیں ہوا
میرا خواب میری گٹھری میں انتظار کرتا رہا
اگر تم بھی مجھ سے محبت کرتے تو میں تم کو بھی
ایک خواب ضرور دیتی
میں نے اپنے خواب صرف اُن کے لیے رکھے
جن کی محبت کا مجھے یقین ہو جاتا
کبھی ایسا بھی ہوا
محبت مجھے نظر آئی
اور میں کنی کترا کر نکل گئی
اکثر میرے آنسو اس کے غمگسار ہوتے
مگر وہ تم نہیں تھے

اگر تم مجھے ایک برقع پہنا کر مجھ ڈھانپنا چاہو

اگر تم مجھے ایک برقع پہنا کر مجھے ڈھانپنا چاہو
تو
کیا میری چھاتیوں کا غرور
تمھاری آنکھوں سے چھپ جائے گا؟
اگر تم مجھے دو برقعے پہنا دو،
یہ غرور پھر بھی تمھاری نظروں سے چھپ نہیں سکے گا
چلو پہناتے جاؤ مجھے
تلے اوپر بہت سے لبادے،
اور چھوڑ دو میری آنکھیں صرف یہ دیکھنے کے لیے
کہ تمھاری آنکھیں اب کیا دیکھ رہی ہیں
مجھے یقین ہے
تم میری چھاتیوں کے غرور کو ڈھونڈھ رہے ہو گے
تلے اوپر لدے ہوے
میرا جسم چھپانے والے کپڑوں کے اوپر
تمھاری بینائی کے وِنڈ اسکرین پر پانی کے قطرے
چھپا کے مار رہے ہوں گے
اور میری غرور سے بھری چھاتیاں
تمھاری شکست پر
کبھی نہ ختم ہونے والے غرور
سے بھری مسکرا رہی ہوں گی

اگر ایسا ہوا تو

تو وہ آئینے کو کیا جواب دے گی؟

آئینہ جو مجھے دیکھنے کے لیے زندہ ہے
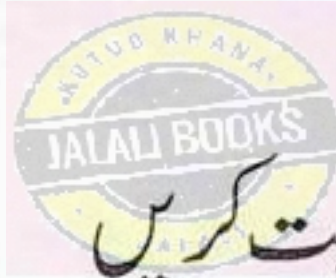
آؤ مرنے والوں کی غیبت کریں

آؤ مرنے والوں کی غیبت کریں
کون کیسا تھا
اور زندہ ہوتا تو اب کیسا ہوتا
وہ باتیں اس کی بیان کریں جو روپوش ہو چکی ہیں
وہ قصے اور کہانیاں
جو ہمیں اسے بے وقوف کہنے پر اکساتی تھیں
وہ باتیں جو اسے ظالم کہلواتی تھیں
کیا تم میں ہمت ہے؟
نہیں!
تو سنو،
مرنے والا اگر ظالم تھا
تو تم آج بھی اس سے ڈرتے ہو
اور اس کی تعریفوں کے پل باندھتے ہو
اور مرنے والا اگر بے وقوف تھا
تو تم آج بھی اس کا مذاق اڑاتے ہو
اور مرنے والا جھوٹا تھا
تو تم اس کی مدح سرائی کرتے ہو
وہ جو بھی جھوٹ اپنی زندگی میں گھول کر گیا ہے
تم اس کو سراہتے ہو
اتنا اتنا کہ تم خود اس کے جھوٹ کے ملبے میں دفن ہو جاتے ہو
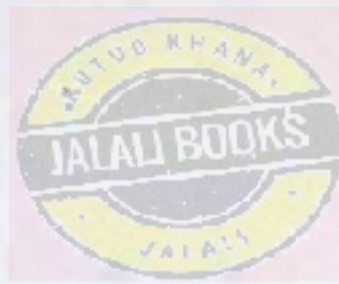
ایک آواز زمین پر گرتی ہے

ایک آواز زمین پر گرتی ہے
پھر پرسہ دیتی ہیں عورتیں
پرسہ دیتے ہیں مرد
پرسہ دیتے ہیں بچے
جو بیٹھے ہیں خاک پر
رات کو دن سے ملاتے ہیں اور دن کو رات سے
ایک آواز پھر گرتی ہے زمین پر
اب پرسہ دینے والا کوئی نہیں
سوائے اس خاک کے جس پر وہ بیٹھے تھے

ایک بار تم نے مجھے ساحلوں پر چھوا تھا

ایک بار تم نے مجھے ساحلوں پر چھوا تھا
جب میں نے ساحلوں سے کہا تھا، تم گواہ رہنا
ایک بار تم نے مجھے جنگلوں میں چھوا تھا
میں نے جنگلوں کو گواہ بنایا تھا مجھے
پھر اس بینچ پر جہاں جدا نہ ہونے کی قسمیں کھائی تھیں
بینچ کچھ بھی نہیں دیکھ رہی تھی
میں نے اس کو گواہ نہیں بنایا
درختوں پر ٹھیرے ہوئے پرندوں نے بہت کچھ دیکھا تھا
میں نے فوراً ان کو اپنے ساتھ ملا لیا
وہ چہکنے لگے، مجھے لگا وہ میری حالت پر ہنس رہے ہیں
شاید وہ خوش ہو رہے ہوں گے
شاید وہ خود بخود میرے گواہ بن گئے ہوں گے

ہاں، یہی ہوا ہوگا
مجھے یاد ہے، تم سے بچھڑنے کے وقت
وہ ایک آواز میں کوئی گیت الاپ رہے تھے
ایک ایسا گیت جو وہ اپنے کسی ساتھی کے دور جانے پر گاتے ہوں گے
ہمیں بچھڑے ہوئے برسوں بیت گئے

اب نہ وہ درخت ہیں اور نہ وہ پرندے
اب میرا کوئی گواہ نہیں ہے
کہ میں اگر تم مجھے کہیں ملو تو
کہوں کہ ہم کبھی کہیں ملے تھے

ایک بڑے سے چڑیا گھر میں

ایک بڑے سے چڑیا گھر میں
اونچی سی چٹان پر بنے ایک چبوترے پر
بیٹھا تھا ایک شیر
ایسے پھیلا ہوا جیسے یہ ایک جنگل ہو
جس کا وہ خدا ہو
برابر میں ستا رہی تھی شیرنی
وہ تو اپنے شیرنی ہونے پر نازاں نظر آ رہی تھی
چڑیا گھر میں تماشائیوں کے شور وغل کے باوجود
دونوں تنے ہوئے بیٹھے تھے
دور درختوں پر بیٹھے کوے اور مینائیں
انھیں دیکھ دیکھ کر ہنس رہے تھے
بے وقوف جانور ہمیں ایسے دیکھتے ہیں
جیسے ہم تو کوئی معمولی ہوں
اور یہ خود بد نصیب
رکے ہوئے نالے کی طرح
جامد اس چٹان جیسے
جس پر برسوں سے بیٹھے ہیں
نہیں دیکھ رہے ہمارا اڑنا
ایک درخت سے دوسرے درخت پر
آزادی سے لبریز
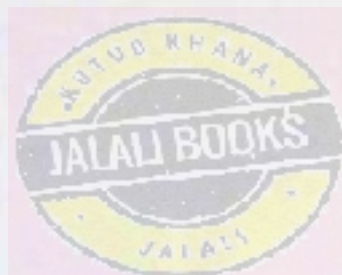
یہ اور ان کی ٹھہری ہوئی زندگی
اس چڑیا گھر میں
اگر یہ جان گئے ہماری خوشی کا راز
تو یہ کتنا کڑھیں گے
اور ہمیں معمولی سمجھ کر حقارت سے کبھی نہیں دیکھیں گے

ایک نظم کھو گئی

ایک نظم کھو گئی
کون تلاش کرے گا
میری نظم؟
کہاں ڈھونڈھوں اس کو؟
کیسے آتی ہے ایک نظم؟
اس بے فرصتی میں
اس ہنگام میں
جب صبح سے رات تک آٹے دال کا بھاؤ
سرہانے کو سخت کرتا رہے
کہاں گئی وہ نظم؟
میں ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر شل ہو چکی ہوں
کس سے پوچھوں؟
وہ کیا مجھ سے کھلواڑ کر رہی ہے؟
کسی اندھیرے میں تو نہیں چلی گئی
مجھ سے چھپنے کے لیے؟
اندھیرے میں چھپنے کے چکر میں دور کسی کھائی میں اتر گئی ہو
یا ان گھائیوں میں جو اپنا کوئی نشان نہیں رکھتیں
مجھے کیوں یقین ہے ایک دن وہ واپس آ جائے گی؟
ایک صبح وہ میرے ٹیرس کی دیوار پر بیٹھی مجھے مل گئی
یا کسی پھول میں آنکھ مچولی کھیلتی ہوئی
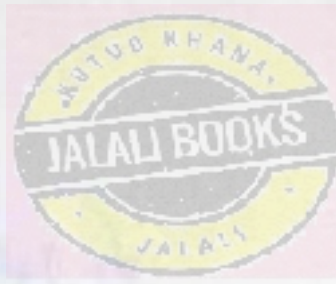
پہلے تو میں اس کو ڈراؤں گی
اگر وہ نہیں آتی
تو میں ایک اور نظم لکھ لیتی

ایک اور
پھر ایک اور
میں اس کے ذائقے کو بھی بھلا دیتی
جب لوگ مجھ سے پوچھتے
کیا نام رکھا تھا تم نے اس کا؟
تو میں بھی اس کا نام بھلا دیتی
اس کو کیا پتا، جب کوئی کھو جاتا ہے
تو ڈھونڈنے والا خون کے آنسو روتا ہے

بارش ہو سکتی تھی

بارش ہو سکتی تھی
نہیں ہوئی
اگرچہ سڑکیں تیار تھیں
کیچڑ میں لت پت ہونے کے لیے لوگ تیار تھے
بجلی کا کرنٹ لگنے والی موت کے لیے
گٹر اپنا منہ کھولے پڑے تھے
گلیاں اپنا دم سادھے ہوئے بادلوں کو دیکھ رہی تھیں
کمزور چھتیں بھی دانت نکالے ہنس رہی تھیں
کہ اب کس کی باری آئے گی
کون ان کے دھمال سے موت کے منہ میں جائے گا
سب آسمان تک رہے تھے
جہاں بادل بہت گہری سنجیدگی سے
گھور رہے تھے اس شہر کو
جن پر وہ تنے ہوئے تھے
اور حیران تھے شہر کی مستعدی پر
پھر وہ تنے رہے برسے بغیر
بہت وقت گزر جانے کے بعد
انتظار کی دھول میں
سب کہہ رہے تھے
بارش ہو سکتی ہے

پتّا

پتّا

وہ درخت سے گرا اور ہوا اس کا شریر

اس درخت سے دور لے گئی

جس سے وہ برسوں سے جڑا ہوا تھا

اور جڑے جڑے

اس نے دیکھا تھا

وہ درخت اس کو کتنے پیار سے اپنے آپ سے جوڑے ہوئے تھا

بالکل باپ جیسا

نہیں نہیں، ماں جیسے

نہیں نہیں، باپ ہی جیسا

ہوا اسے دور لے جا رہی تھی

دور، بہت دور

اب وہ زمین پر پڑا تھا

زمین کے پاؤں بہت سخت تھے

زمین پر گرتے ہی اس کے تمام جوڑ کھل گئے

وہ تباہی کے دہانے پر تھا

کچھ نہیں بچا تھا

اس کا دایاں بایاں

درمیان بھی

ساری زندگی جو نزاکتوں سے انگڑائیاں لیتا رہا
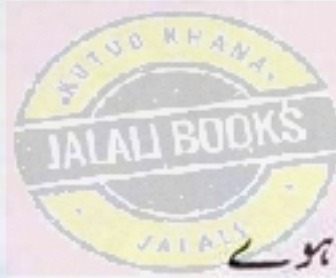
ہماری آنکھوں کے سامنے سے گزرتے ہوئے
نئے چہروں کو دیکھ کر
تو ہم ہار جاتے ہیں
ہماری مہارت ہمارا ساتھ نہیں دیتی
ہم سوچتے رہتے ہیں
لوگ پرانی باتوں کو نیا کر دیتے ہیں
تو ہم قلعی کی مہارت کی طرح خود کو نیا کیوں نہیں کر سکتے

تالی تو دو ہاتھوں سے بجتی ہے

تالی تو دو ہاتھوں سے بجتی ہے
جسم چاہے الگ الگ ہوں
جب جب تمھارے ہاتھوں میں کھجلی ہو
بجا دو تالی
ہاں ہاں، کوئی اور کیوں ہوگا
وہی نا جس کے ہاتھ کی تمھیں طلب ہو
اب تم کو یہ نہیں پتا، کھجلی کیوں ہوتی ہے
تو جاؤ، ان کو ڈھونڈھ جو محاوروں کے رسیا ہیں
جو جانتے ہیں
الگ الگ جسموں کے دو ہاتھ تالی کب بجاتے ہیں
اور کیوں بجاتے ہیں
اور کب تک بجاتے رہیں گے
تمھارے گھاٹے کا سوچے بغیر
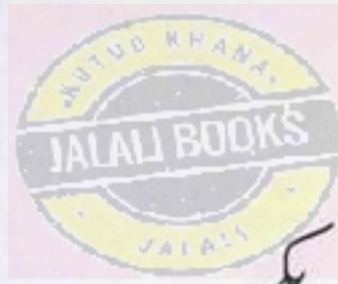
تم زمین پر ہو تو آسمان کو دیکھو

تم زمین پر ہو تو آسمان کو دیکھو
تم آسمان پر ہو تو زمین کو دیکھو
دونوں میں کتنا ایکا ہے
صدیوں سے یہ ایک دوسرے کا ساتھ نبھا رہے ہیں
نہیں تھکتے ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے
کبھی کبھی آسمان کو زمین کی چنتا ہو جاتی ہے
کبھی کبھی نہیں... اب تو ہر وقت
زمین کو اداس دیکھ کر کے کبھی کبھی وہ رو دیتا ہے
سمندر ان آنسوؤں کو اپنی گود میں بھر لیتا ہے

تمھارے وعدے
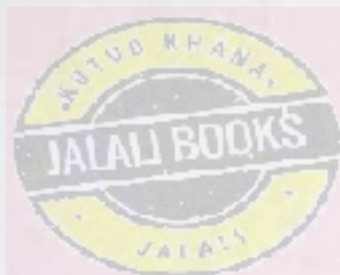
تمھارے وعدے کباڑی کے
پاس گروی ہونے کے لیے چلے گئے
تمھاری باتیں گندے نالے کی کیچڑ میں کود گئیں
زندگی کے آخری پڑاؤ پر تمھاری دہشت نے دودھ پلانے والی ماؤں کے پستانوں کو نچوڑ دیا
کب کیا ہو جائے
اب تمھیں کچھ نظر نہیں آتا
موتیا تمھاری آنکھوں کی زینت بن گیا
سب بھول جاؤ
اور تیار ہو جاؤ
گیدڑ کی موت تمھارے لیے اپنی آغوش کھولے کھڑی ہے
وہ جو تمھارے ساتھ ایک ہی تسلے میں کھانا کھا رہے ہیں
ان سے کہہ دو
ان کے نصیب میں شیر کی موت نہیں لکھی
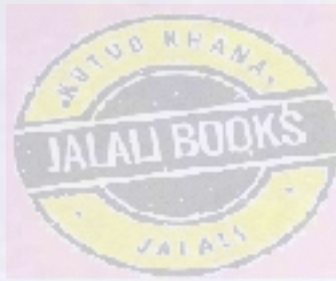
اور کیوں چپک رہی ہو مجھ سے؟
پہچانو مجھے
سب میرا شکار ہو جاتے ہیں
جن کے پاس میں پھٹکنا بھی نہیں چاہتی وہ بھی
میرے ہونے کا رونا روتے ہیں
کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہم دوست بن جائیں؟
دماغ ٹھیک ہے تمھارا؟
بھاگو یہاں سے
مجھے مزے لے کر سگریٹ پینے دو
دیکھو موسم کتنا اچھا ہو رہا ہے
تمھیں کوئی یاد نہیں آ رہا ہے
تو
تو تم مجھے محسوس کرو
میں تمھارے کتنے قریب ہوں
یادیں ہی تو میری طاقت ہیں
یہ نہ ہوں تو
ہم اس جوتے کی طرح ہوتے ہیں
جو پاؤں کے لیے ترستے ہیں
تم پاگل ہو
جو بھی کہو
اچھا بس بھاگو یہاں سے
میں سگریٹ کا ایک کش کھینچ کر زور سے چیخی
میرے اطراف سے گزرنے والے لوگ رک گئے

وہ مجھے حیرت سے دیکھ رہے تھے
میں کیوں چیخ رہی ہوں؟
پھر وہ ہنستے ہوئے آگے بڑھ گئے
شاید اس یقین میں
کہ بینچ پر بیٹھی اس عورت نے
آج بہت پی لی ہے
میں نے چاروں طرف دیکھا
تنہائی میرے پہلو سے غائب ہو گئی تھی

آنکھیں
نوجوان جوڑوں کو دیکھ رہی ہیں
اور گدگدی کر رہی ہیں
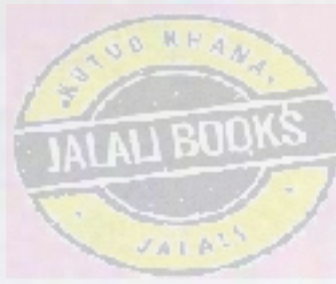
تو سنو

تو سنو

تم دائیں ہاتھ سے مارتے ہو یا بائیں ہاتھ سے

فرق کچھ نہیں پڑتا

جب تم مرنے والے کا خون دیکھتے ہو

تو تم کراہیت سے قے کر دیتے ہو

یا ایک قہقہے کی الٹی

تم محبت کو اپنے دل میں رکھتے ہو

یا اپنی انڈر ویر میں

چلو بھاڑ میں ڈالو سب

تم کیا چاہو گے

تمھارا نام تاریخ میں کس کے ساتھ آنا چاہیے؟

فیصلہ تم پر چھوڑا گیا ہے

ہمارا خیال ہے

تاریخ ہمیشہ خود کو دہراتی ہے

تاریخ نے ہمیں کبھی فرعون کو بھولنے نہیں دیا

جب جب اس کا کوئی ہم شکل آیا
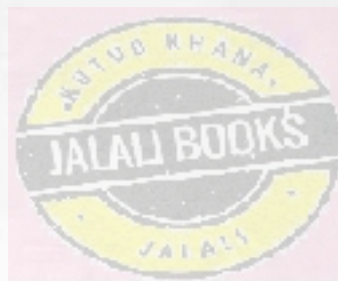
توصیف کا خواب

توصیف کی ماں
توصیف کو پیدا نہیں کر سکی
یہ نہیں کہ
توصیف پیدا ہوتے ہوئے مر گیا
نہ یہ ہوا
کہ توصیف اپنی ماں کے پیٹ میں مر گیا
توصیف تو اپنی ماں کے ساتھ
کپاس کے کھیت میں کھیل رہا تھا
اپنی ماں کی آنکھوں میں پھرتے خوابوں میں
کپاس کے پھولوں جیسا
توصیف کی ماں
ان ماؤں میں نہیں تھی
جو توصیف کو نو مہینے اپنے پیٹ میں
گھومنے پھرنے دیتی
توصیف کی ماں تو کنواری تھی
اور توصیف کا خواب دیکھتے دیکھتے
کنواری ہی مر گئی
لیکن توصیف آج بھی کپاس کے کھیت میں
کپاس کے پھولوں سے کھیل رہا ہے
اور اپنی ماں کا انتظار کر رہا ہے
جو اسے لینے نہیں آئی

ہے نا!

ہاں باجی

میرے بچے ٹماٹر سے روٹی کھا لیتے تھے

اب؟

صرف پیاز کے ساتھ

چھوٹے بچے سے

صرف پیاز سے روٹی نہیں کھائی جاتی

اب کیا کرو گی؟

کچھ نہیں

وہ روتا جاتا ہے

اور کھاتا جاتا ہے

کبھی کبھی تو بھوکا ہی سو جاتا ہے

میں گولڈ لیف کا ایک سگریٹ جلاتی ہوں

ایک کش لے کر سوچتی ہوں

'خدا کا شکر، ابھی سگریٹ خریدنا ہمارے بس میں ہے
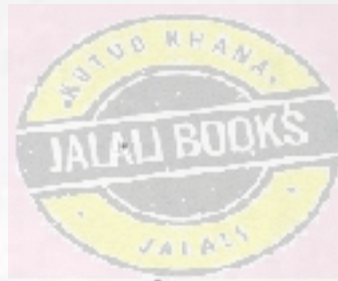
جہاں تم رہتے ہو
زمین تو ان کی بھی ہے
زمین تو ہماری بھی ہے
زمین تو میری بھی ہے
تم اپنی بدصورتی سے آزاد ہو جاؤ
ورنہ
ورنہ؟
ارے خواب تو دیکھنے دو
ہم اپنے خوابوں میں تو ان کو تہس نہس کر سکتے ہیں

جب ایک گولی مجھے لگی

جب ایک گولی مجھے لگی
میں وہاں نہیں تھی
نشانہ باندھنے والے نے
میرے بالوں سے دھوکا کھایا
اور چلادی گولی
وہ گولی جس کو لگی وہ وہ نہیں تھا
جس کو گولی ماری جانی تھی
مرنے سے پہلے وہ جان گیا تھا
یہ گولی اس کے نام کی نہیں تھی
اس نے ایک گندی گالی منہ سے نکالی
اور مر گیا
میں اس وقت ایک کیفے میں بیٹھی
وادکا کی چسکیاں لے رہی تھی
اور سوچ رہی تھی
بچاری گولی ضائع ہونے سے بچ گئی

جب تک نیند نہیں آتی

جب تک نیند نہیں آتی
خواب نہیں آتے
نیند کیوں نہیں آتی ؟
تم کو نیند آتی ہے؟
ہاں آتی ہے
کیسے آتی ہے؟
آنکھیں بند کرو
اور سو جاؤ
بس
آنکھیں بند کریں اور نیند آ جائے گی؟
ہاں
مگر آنکھیں تو کب سے بند ہیں، کچھ دیکھنا نہیں چاہتیں
کان بھی کچھ سننا نہیں چاہتے
پھر زندہ کیسے رہو گی؟
یہی تو ہے
زندہ رہنا مشکل ہے
اتنا مشکل جتنا سمندر میں تیرنا
جب کہ تیرنا بھی نہ آتا ہو
پھر نیند کی گولیاں کھاؤ اور سو جاؤ
وہ تو کھالی ہیں

جب سردی آتی تھی

جب سردی آتی تھی
ہم بہت خوش ہوتے تھے
ماں لحافوں میں روئی بھرتی
اور ہماری چمڑی کو سردی سے بچانے کے لیے بنڈیاں تیار کرتی
اس کے ہاتھوں میں ہنر تھا
باپ مونگ پھلی اور کبھی کبھی چلغوزے لے کر آتا تھا
چونکہ غربت لال بیگوں کی طرح ہمارے گھر میں سرسراتی رہتی تھی
ہم ان مونگ پھلیوں کو اور چلغوزوں کو چٹکی چٹکی کتر کتر کر کھاتے
جیسے ہمارے گھر کے چوہے
اکثر ہماری روٹیوں کے ساتھ سلوک کرتے تھے
پھر ہم بڑے ہو گئے
اپنے اپنے گھروں کے، جہاں ہمیں یہ اختیار تھا
ہم جو چاہیں کریں
مگر کیسے؟
غربت اپنی تمام تام جھام کے ساتھ
ہمارے پہلو میں آکر بیٹھ گئی تھی
ماں کی طرح
ہاتھ ہنر مند نہیں تھے
جو بچوں کو سردی سے بچانے کے لیے بنڈیاں تیار کرتے
لنڈا بازار کی شکل

تا کہ

ہاں، تا کہ میں منظم عورتوں کو بہکا سکوں

وہ جب تک میرے ساتھ ہیں

جب تک بھوک جو تم نے سڑکوں پر پھیلائی ہوئی ہے

ان کا راستہ روکے گی

میری آواز سن کر مجسٹریٹ کی آواز اس قمیض کے کالر میں دبک گئی تھی

اور میں

یہ سوچتی ہوئی عدالت سے باہر آ رہی تھی

آج میری دودھ پیتی بچی ڈبے کا دودھ نہیں پیے گی

جب ہم اپنے خوابوں کے ادھڑے پیوندوں کو سیتے ہیں

جب ہم اپنے خوابوں کے ادھڑے پیوندوں کو سیتے ہیں
جب ہم میلوں اپنی بیل گاڑیوں کو دھول اور دھوپ میں گھسیٹ رہے ہوتے ہیں
تب
ہمارے پیوند لگے خواب اس وقت بھی مسکراتے ہیں
وہ ہمیں اپنی چمکتی ہوئی آنکھوں سے گھورتے ہیں
وہ ہمیں اپنی مسکراہٹوں سے حوصلہ دیتے ہیں
ان کی شرارتیں ہماری طرفداری میں ہیں
وہ خوش ہوتے ہیں جب ہم ان کی پیوندکاری کرتے ہیں
ہماری ریڑھ کی ہڈی کو وہ جھکنے نہیں دیتے
وہ چھلاووں کی طرح ہمارے اردگرد ناچتے ہیں
اس وقت بھی جب
شاہی دسترخوانوں سے بچی ہوئی ہڈیاں چبانے والے
ہمیں اپنے جھوٹے غرور سے پچھاڑنا چاہتے ہیں
وہ ہماری بھوک کو ایک ایسی کہانی سناتے ہیں
کہ ہم بھوکے پیٹ ہی خوشگوار نیند میں اتر جاتے ہیں
ہمیں ایسا لگتا ہے
جب تک ہم ان کی پیوندکاری کرتے رہیں گے
وہ ہمیں مرنے نہیں دیں گے

جگر کو چیرنے والی چیخیں کیا تمھیں سنائی دے رہی ہیں

کیا کوئی غم تمھاری بغل میں چھپنے کی کوشش کر رہا ہے؟
کیا تم سو رہے ہو؟
ابھی ابھی جاگتے رہنے کی صدا میرے کانوں میں گونجی ہے
اور میرے گھر کے کواڑوں سے ہوتی ہوئی
ناہموار سڑکوں میں داخل ہو کر سارے شہر میں پھیلی ہے
کیا تم سن رہے ہو؟
اچھا سوتے رہو
جاگنے کا زمانہ تو چلا گیا
اگر جاگے تو
مار دیے جاؤ گے
ان ابابیلوں کے پروں میں چھپے ہوئے پتھروں سے
جن کو ہمیں مارنے کی ٹریننگ دی جا رہی تھی
برسوں سے تیار کیا جا رہا تھا
انھیں ایک غول میں اڑان کی تربیت دی جا رہی تھی
خاص طور پر جب ان کو بھوکا رکھا جاتا
وہ بہت جلد سیکھ جاتے تھے
اپنی بھوکی اڑان سے پہلے
ان کو پتا تھا
اس اڑان کی حد جہاں ختم ہو گی
وہاں

ان کے لیے غذا کا دستر خوان بچھا ہوگا

کیا تمھیں جگر چیرنے والی چیخیں سنائی دے رہی ہیں؟

نہیں

تو سوتے رہو

تم بے خبر ہو اس تواضع سے

جو جلد ہی تمھارے گھروں میں

ابابیلوں کے پروں میں چھپے ہوئے

پتھروں سے کی جائے گی

چلو چلتے ہیں

سنا ہے
کوئی خوشخبری کا نقارا بجنے جا رہا ہے
اٹھاؤ ان سب کی لاشیں جو اس خبر کا نقارہ سننے سے پہلے مار دیے گئے
ہم سے یہ تو کہا گیا ہے
کہ خوشخبری کو سجا سنوار لیا گیا ہے
لیکن کہاں
یہ صیغۂ راز میں رکھا گیا ہے
چلو ہم ان لاشوں کو ٹھکانے لگا دیں
اجتماعی قبر کھودی جا چکی ہے
ہمیں ڈر ہے
کہیں یہ لاشیں دوبارہ اپنا حق مانگنے کے لیے اٹھ نہ جائیں
لیکن اگر یہ جاگ بھی گئے تو کیا ہوگا؟
بھوک اور نفرت آج بھی ان کی تلاش میں ہیں
خوشخبری سنانے والے
اپنی زبانوں کو قلعی کروا رہے ہیں
پچھلی خوشخبریوں نے ان کے مسوڑھوں کو بدبودار کر دیا
اور وہ لوگ جو ان خوشخبریوں کو سننے کے بجائے
موت کے کنویں میں گرا دیے گئے
پیچھے رہ جانے والوں سے اپنی آنکھوں سے جواب تک کھلی رہ گئی ہیں
کہہ رہے ہیں
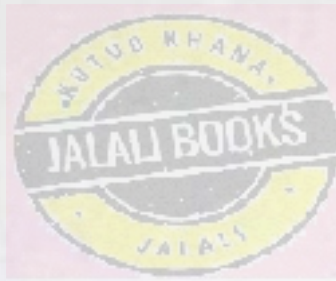
ان کے مسوڑھوں کی بدبو کبھی نہیں جائے گی
ان کی زبان کی قلعی جاری رہے گی
جب تک یہ خود اجتماعی قبر میں نہ اتر جائیں

وہ نہیں ہیں
ہم کہتے ہیں چولھے سے
ہمیں بھوک لگی ہے
چولھا کہتا ہے، میں بھی بھوکا ہوں
تمھاری ماں میرے پیٹ میں چپٹیاں بھی نہیں ڈالتی
میں خالی پیٹ تمھارا پیٹ نہیں بھر سکتا
بچے اپنے سر نیہوڑا کر بیٹھ جاتے ہیں
اور سوچتے ہیں، ماں نے ایسا کیوں کیا؟
اور چولھا سوچتا ہے
میں جل بھی جاؤں تو کیا
ان بچوں کے لیے پکنے کو کیا کچھ ہے؟

چیزیں جو کھو جاتی ہیں

انھیں ڈھونڈتے ڈھونڈتے تھک جاتی ہوں
چیزیں جو شامل ہو جاتی ہیں ان چیزوں میں جو
جو بہت پہلے کھو گئی تھیں
جو مجھ سے خفا ہو کر غائب ہو گئی تھیں
نہیں آتی ہیں یہ میرے سامنے
مرے ہوئے لوگوں کی طرح
میں اداس ہوتی ہوں اور انھیں
ان مرے ہوئے لوگوں میں شامل کر لیتی ہوں
دانستہ یا نادانستہ
ان کی یاد کو کھرچ دیتی ہوں
اپنی بہت سی یادوں میں سے
نہیں آئیں یہ میرے سامنے
تو نہیں آئیں
وہ بھی تو اب کبھی نہیں آئیں گے
جو مر گئے
کبھی نہ آنے کے لیے

خدا کیا مصروف ہے

نہیں
بس چھیڑو مت
کیا
وہ نہیں دیکھ رہا اس زمین پر جس پر ہم رہتے ہیں
اگر وہ ہم کو دیکھ لیتا تو
ہو سکتا ہے وہ ہمیں دیکھ کر اپنی آنکھیں
بند کر لیتا ہو
اور سوچتا ہو
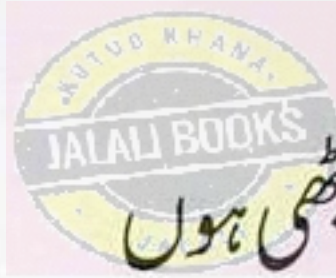
خوابوں کے ڈھیر پر بیٹھی ہوں

ایک ایک خواب اٹھاتی ہوں
وہ اوس میں پڑے پڑے گیلے ہو گئے ہیں
میں ایک ایک کو نچوڑتی ہوں
اور زمین میں دبا دیتی ہو
ڈھیر ہے کہ ختم نہیں ہونے پا رہا ہے
صبح سے رات تک
رات سے صبح تک
وقت کا ایک لمبا سفر طے کر چکی ہوں
پچھلے سے پچھلے سال
نہیں
اور پچھلے سال
ایک خواب میں نے ایسے ہی زمین میں دبا دیا تھا
بڑا خواب تھا وہ
کئی برس گزر گئے
بھول گئی پھر اس خواب کو
اب تو ایک ڈھیر بن گیا ہے
جس پر میں بیٹھی ہوں
ان پر سر رکھ کر سو بھی جاتی ہوں
کوئی کب سر اٹھالے
اور میں دور کہیں اپنے بستر پر
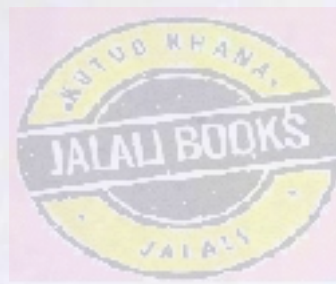
ان کو سوتی ملوں

یہ پھر سے دبک جائیں اس مٹی میں

جس میں میں نے ان کو دبا دیا تھا

عرصہ بیت گیا

اس ڈھیر پر بیٹھے بیٹھے

اب تو یہی میرا بوریا بستر ہے

دکھ جھیلے جاتے ہیں

دکھ کہے نہیں جاتے
ان کی شکل ان خودرو پودوں کی طرح ہوتی ہے جو زمین پر نہیں تمھارے دل میں اگتے ہیں
یہ سینچتے ہیں خود کو تمھارے دل میں
تمھارے لیے
تا کہ تم دوسروں سے الگ نظر آؤ
یہ تمھارے دشمن نہیں ہوتے
یہ دوست ہوتے ہیں
تمھیں سنوارتے ہیں
اتنا کہ تم سب کو نظر آنے لگتے ہو
سب، سب کون؟
وہ جن کے دلوں میں دکھ نہیں اگتے
وہ جو ان کی اداؤں سے واقف ہی نہیں
دکھ بھی ان کی طرف نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھتے
وہ جانتے ہیں
کہاں ان کی قدر ہوگی
کون ان کو سینت سینت کر رکھے گا
کون ان کو اپنے شانوں پر بیٹھا کر گھومے گا
اور اکڑ کر کہے گا
یہ میرے دوست ہیں
یہ تو صرف میرے ہیں
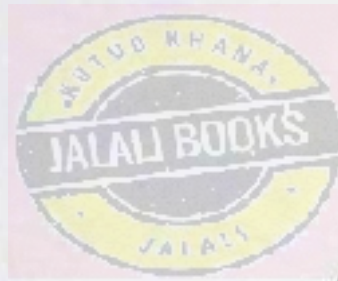
دکھ کے کتنے ہاتھ ہوتے ہیں

اس کی کتنی آنکھیں ہیں
جو گھورتی ہیں
زمین پر بچھے ہوئے انسانوں کو
جو بھوکے رہتے ہیں
جو پانی کو بھی ترستے ہیں
دکھ چمگادڑ بن کر ان کے گھروں کی چھتوں سے چپک جاتا ہے
یہ دکھ ہی تو ہے جو بچے کو ماں کے پیٹ میں مار دیتا ہے
یہ دکھ زندگی کو موت کے دسترخوان پر لے جاتا ہے
دکھ کی بے شمار آنکھیں ہیں
جو تاڑتی رہتی ہیں
سڑکوں پہ، بازاروں میں، فٹ پاتھوں پر چلتے پھرتے لوگوں کو
یہ جب چاہتا ہے لوگوں کو اپنی ہوس کا نشانہ بناتا ہے
اس کے ان گنت سُر ہوتے ہیں جو لوگوں کو اپنی طرف کھینچتے ہیں
جو بچنا چاہتے ہیں اس سے وہ بھی اس کی آواز کی طرف راغب ہوتے ہیں
جب تک کہ یہ ان کو نچوڑ نہ دے
اس کے سُروں کی مدہوشی اکثر لوگوں کے دلوں پر راج کرتی ہے
اپنی اپنی قبروں میں اترنے سے پہلے
وہ لوگ جو دکھ کے ہاتھوں مارے گئے
ان کا ایک الگ قبرستان ہے
جو دکھ کی تحویل میں ہے

دل

میرے جسم کے اندر ایک مقام ہے

دل

دل میں ایک جگہ محبت گمڑی مارے پڑی رہتی تھی

یہ محبت دل سے کھلواڑ کرتی تھی

چپکے سے میرے دل کو چھوڑ کر باہر نکل جاتی تھی

بغیر اسے بتائے

اپنی جگہ ڈال جاتی تھی ایک کمبل، جو اس نے دل سے ہی مانگا تھا

دل نے مجھ سے چرا کر اسے دیا تھا

اس رات میں سوئی نہیں تھی

میں اپنی بالکنی میں کھڑی اپنے دل کے بارے میں ہی سوچ رہی تھی

آج کل وہ کچھ پریشان لگتا ہے

لیکن دل نے مجھے دھوکا دیا

میرا کمبل محبت کو دے دیا

وہ رات میں ٹھٹھر ٹھٹھر کے سوئی

اور گالیاں دیتی رہی محبت کو

جو مجھے اور میرے دل کو چرکا دے کر نکل گئی تھی

بہت دن ہم نے مل کر اس کا انتظار کیا

مجھے دل پر ترس آتا تھا

دل مجھ پر ترس کھاتا تھا

ہمارے کئی دن اس کی تلاش میں گزرے
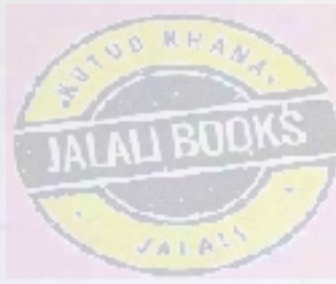
کہاں کہاں ہم مارے مارے پھرے
ہم نے سنا ہے
محبت بہت دور کسی پہاڑ کے دل میں اتر گئی ہے
اور وہاں گمڑی مارے پڑی ہے
اور ہمارے لیے
ہڑک رہی ہے
شاید وہ راستہ بھول گئی ہے
ہم یہ نہیں جانتے، وہ ہمیں بلکنے کے لیے کیوں چھوڑ گئی تھی

دن گزرتے ہیں

دن کیسے گزرتے ہیں
یوں تو سب ہی دن گزر جاتے ہیں
جو زندہ ہیں
وہ تو گزارتے ہیں
ذلیل ہوتے ہوئے
کبھی بھوک کے ہاتھوں،
کبھی چاروں طرف پھیلی ان وباؤں کی سرپرستی میں
جو خدا بن جاتی ہیں
سفاک بے رحمی کے لباس میں گھروں کی منڈیروں پر چلتی ہیں
چھلاووں کی طرح چباتی ہیں ماؤں کے کلیجے
چیرتی ہیں ننھے بچوں کے دل
اپنی کسی عمدہ ضیافت میں پیش کرنے کے لیے
اپنے ہی جیسی بلاؤں کو
نہیں روک سکتا کوئی انھیں
وہ بھی جو ان کا خدا ہے
وہ بلاتے ہیں اپنے خدا کو بھی اس ضیافت میں
شاید وہ بھی انسانی گوشت کا شوقین ہے
اور اکساتا ہے انھیں، جب جب اسے اشتہا ہوتی ہے
ان کا خدا صرف ان کا خدا ہے
ان کا نہیں جن کے کلیجے چبائے جا رہے ہیں

دنیا کی تمام عورتوں کو جمع کرلو

ان عورتوں کو
جنھوں نے اپنے بیٹے کھوئے ہیں
جنھوں نے اپنے بچے کھوئے ہیں
اور ان کو ایک دائرے میں بیٹھادو
اور انھیں رونے کی اجازت بھی دے دو
پھر دیکھو
تمھیں کان پڑی آواز بھی سنائی نہیں دے گی
ان کے بین مل کر جو آواز پیدا کریں گے
وہ تم کو بہرا کردیں گے
ان کے آنسو سیلاب بن کر تمھیں بہالے جائیں گے
روک دو اب یہ سب جو تم کر رہے ہو
روک دو
اب یہ تماشا جو تم دنیا کے تھیٹر پر کھیل رہے ہو
بہت ہو گیا
کیا تم چاہتے ہو کہ سمندر تم پر چڑھ دوڑے
اور بہالے جائے اس دنیا کو؟
پھر تم کہاں جاؤ گے؟
کیا کوئی خدا تم نے اپنے زور سے خرید لیا ہے؟
اگر ایسا ہے
کہ خدا کو خرید ا جاسکتا ہے
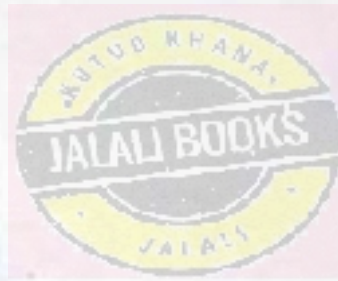
پھر تو سب ایسا ہی چلتا رہے گا
یہ عورتیں ایسے ہی بین کرتی رہیں گی
اور کھوتی رہیں گی
اپنے بچے
اور روتی رہیں گے ایک آواز میں
ایک ایسی آواز میں
جو ایک دن آسیب بن جائے گی
اور تمھارا خریدا ہوا خدا بھی اس کی دہشت سے کانپ رہا ہوگا
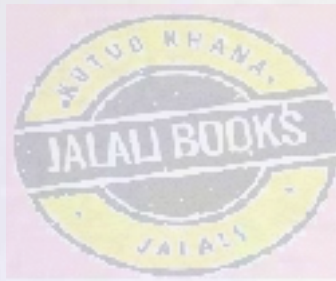
دیکھو ڈھونڈو اسے

بچوں کے جوتوں کے تسموں میں
وہ رُل رہی ہوگی ان کی بھاگ دوڑ میں مٹی میں
ہاں ہاں، اور آگے جاؤ
سمندر کے کنارے ریت میں منھ چھپائے پڑی ہوگی
چھپ گئی ہوگی کسی سیپی کے پیٹ میں
یا کسی گھونسلے میں
چڑیا کے بچوں کے ننھے پروں میں
اور آگے چلو، اور آگے
جہاں وہ زبردستی حاملہ کی ہوئی عورت کے پیٹ میں کلبلاتی ہوئی زندگی سے چمٹ گئی ہوگی
میں کہتی ہوں ڈھونڈو
کوئی اس کا پیچھا کر رہا ہے
دہشت گردی کا کفن زیب تن کیے ہوے
تم نہیں جانتے
ابھی وہ ایک کنواری کے چنٹ دار دوپٹے سے کھیل رہی تھی
اور جھولے میں پینگیں لیتے بچوں کے قہقہوں میں
ابھی وہ میرے دل میں تھی
وہ تمھارے دل میں بھی تھی
اور تمھارے بھی
ڈھونڈو، میں اس کے بغیر نہیں رہ سکتی
محبت کے بغیر کون جیتا ہے

رات کھانس رہی ہے

دن اونگھ رہا ہے
درختوں کو پالا مار گیا
پھول آپس میں دست و گریبان ہیں
آنکھیں چھتیں تک رہی ہیں
اندھیروں کے بیچ ٹمٹماتی روشنی میں
کہیں شاید کوئی مر گیا
آہوں اور فغاں کے درمیان صرف سانس باقی ہے
اس کو ٹوٹنا نہیں چاہیے
ورنہ
آنے والی نسلیں
مری ہوئی اس دنیا میں داخل ہوں گی
سب جٹے ہوئے ہیں
خدا سے منت سماجت میں
وہ سب جن کے آگے سے روٹیاں ہٹائی جا رہی ہیں
ان کے گوداموں میں رکھنے کے لیے
جو اپنی قبروں کے محل تیار کر رہے ہیں
مگر
ہمیں پنی قبروں میں اترنے کی جلدی نہیں کرنی چاہیے
شاید ہمارے حصے کی روٹی ہمیں مل جائے
خودکشی کرنے والے آدمی سے کوئی کہہ رہا ہے

مگر تم کس سے کہہ رہے ہو؟

اس سے بھوک برداشت نہیں ہو رہی تھی

وہ مر گیا

دوسرا کہتا ہے

اور مر جاتا ہے

زمانہ اپنی سختیوں کے ساتھ کھڑا ہے

اس کے ہاتھ میں چابک ہے
اس کے پیروں میں کچلنے کی طاقت ہے
مگر کس کو؟
کیا ان کو جو اپنے مقدر کی کھڑکی کھولے بیٹھے ہیں
ایک عرصہ دراز سے
جھانک رہے ہیں باہر
اپنے اس وقت کے انتظار میں
کہ کب زمانہ ان سے بھی سمجھوتہ کرے گا
ان سے بھی دروازہ کھٹکھٹا کر کہے گا
باہر آؤ
تم میرے پاؤں تلے کچلے نہیں جاؤ گے
تمھیں تمھارے حصے کی روٹی ملے گی
تمھارے تن کا کپڑا اب کسی دوسرے کو نہیں دیا جائے گا
آؤ، باہر آؤ
پہلے تو وہ حیران ہو کر سنیں گے، یہ کس کی آواز ہے؟
پھر وہ ایک دوسرے کو دیکھیں گے اس یقین کے ساتھ
کیا وہ بھی یہ آواز سن رہے ہیں
وہ جو ایک عرصۂ دراز سے زمانے کے مہربان ہونے کا انتظار کر رہے ہیں
زمانہ اپنی بتیسی نکال کر ہنسے گا
اور کہے گا، ہاں آؤ باہر
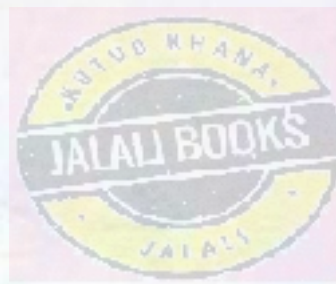
باہر تو آؤ

پہلے میری شرطیں سنو

پہلے میرے آگے جھکو

اپنی اپنی ناک رگڑو

پھر دیکھو میری رعایت

پھر دیکھو میرا کرم

پھر دیکھو

وہ بھوکے پیٹ سہم جائیں گے

پہلے ایک دوسرے کا منھ تکیں گے

پھر اپنی اپنی کھڑکیاں بند کر لیں گے

•

زندگی گھوم رہی ہے

زندگی گھوم رہی ہے اپنی ایڑیوں پر
اور ہمیں اپنے اشاروں پر نچا رہی ہے
سوچتی کیا ہے یہ زندگی
کیا سمجھتی ہے یہ خود کو
کیا سب ایسا ہی چلتا رہے گا
ہمیں یوں ہی اپنی انگلیوں پر نچائے گی
اور ہم دم سادھے بیٹھے رہیں گے
خوف اور خاموشی کے بیچ
حد ہوتی ہے
وقت کتنا گزر گیا
ہم ابھی اس کی حرکتوں کے عادی نہیں ہوے
شاید یہ ہم سے بدلہ لے رہی ہے
ہم سوچتے کچھ ہیں
اور یہ ہم سے کرواتی کچھ اور ہے
راج ہے اس کا جیسے
ہم بھی ایک دن اسے مزہ چکھائیں گے
چپکے سے اس کے پہلو سے نکل کر
کسی ایسی جگہ چلے جائیں گے
جہاں اس کا گزر بھی ناممکن ہے
ڈھونڈھتی پھرے گی یہ ہم کو
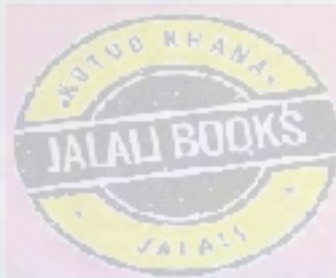
زہر صرف پینے کے لیے نہیں

زہر صرف پینے اور پی کے مرنے کے لیے نہیں
زہر کی کئی قسمیں ہیں
کچھ تو یوں
جو تمھاری سماعت کے ذریعے تمھارے جسم کو نیلا کر دیتا ہے
کچھ صرف آنکھوں سے گھولا جاتا ہے
اور کچھ میں بس ہونٹوں کی جنبش کافی ہے
آپ کو آپ کی لحد تک پہنچانے کے لیے
مرنے کے بعد سوچا جا سکتا ہے
کس نے مارا؟
سب سر جوڑ کر بیٹھتے ہیں
اور مرنے والے کی موت کے کھانے کو
اپنی پانچوں انگلیوں سے چاٹ چاٹ کر کہتے ہیں
ہٹا کٹا تھا، کیوں مر گیا
ایک اور کوئی
اپنی تیسری انگلی کو تین بار چاٹنے کے بعد
چوتھی انگلی کو اسی طرح گھورتا ہے
جس طرح اس نے مرنے والے کو اس کے مرنے سے پہلے گھورا تھا
اور کہتا ہے
یہ تو ایک ہی دفعہ میں مر گیا!

زیادتیوں کے شور نے ایک کہرام مچایا ہے

کان پڑی آواز سنائی نہیں دے رہی
شور کے اندھیرے میں ہاتھ کو ہاتھ بجھائی نہیں دے رہا
اس شور میں کہیں ایسا لگ رہا ہے
جیسے پانی کہیں قریب سے غلغلا رہا ہے
چیونٹوں کی ترت پھرت بھی شور میں شامل ہے
ایک دوسرے سے پیٹھ ملائے
بھوک کی زد میں آئے
بے شمار انسانی پیٹ
آسیب زدہ
اپنے اپنے نصیبوں کے بھنور میں پھنسے
صبح اور شام کے جھٹپٹے میں آسمان تک رہے ہیں
سنا ہے کسی قوم پر من وسلویٰ بھی اترتا تھا
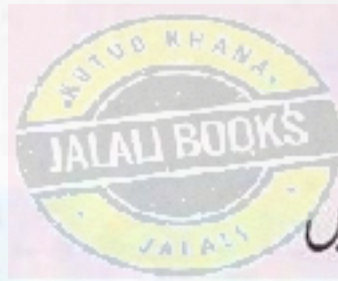
ہمارے ہاتھ پاؤں باندھ دیے ہیں
اور بتانے کی کوشش کرتی ہے
لو دیکھو مجھے

یہ سب میرا رچایا ہوا ہے
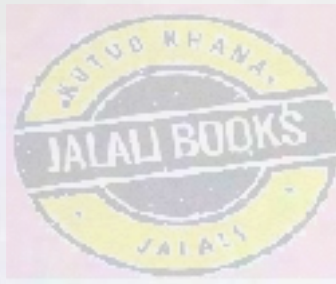
سب کہتے ہیں

سب کہتے ہیں مجھے جہنم میں رکھا جائے گا
کہیں میں جنت کی عورتوں کو خراب نہ کردوں
سب کہتے ہیں
مجھے جہنم بھی وہ درجہ نہیں دے گی جو دوسرے جہنمیوں کو ملے گا
وہ سب اپنے اپنے گناہوں کی پوٹلی سر پر رکھے ہوئے داخل ہوں گے
جہنم سب کو تاڑ رہی ہوگی
اور میں خالی ہاتھ ہوں
میں نے ایک دن اپنی پوٹلی سرمد کی بیوہ کو دے دی تھی
وہ بہت نیک عورت تھی اور نیکی کی مار کھاتی تھی
اس نے مار سے بچنے کے لیے وہ پوٹلی رکھ لی
وہ پھر میری پوٹلی سمیت غائب ہوگئی
سب کہتے ہیں
جہنم میں تمھیں ہم نہیں آنے دیں گے
تم ہمارا جینا بھی حرام کردو گی
ہمارے گناہ تم چوری کرلو گی
میں کہتی ہوں، کیوں؟
یہاں کی جہنم سے تو میری دوستی ہے
وہ میری سفارش کردے گی
ہاں
میں ڈھونڈوں گی سرمد کی بیوہ کو
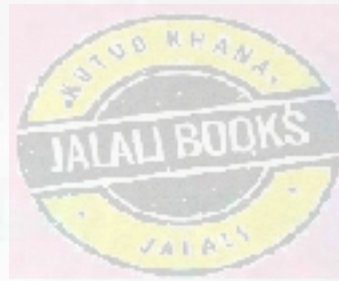
بس مجھے ڈر ہے
وہ میری پوٹلی کہیں رکھ کر بھول نہ گئی ہو
یا پھر
کوئی اور راستہ جو مجھے جہنم میں پہنچائے گا

سمندر اپنی کشتی میں سو رہا ہے

سمندر اپنی بوسیدہ جگہ جگہ سے ٹوٹی ہوئی کشتی سے
بہت محبت کرتا ہے
اس کی لہریں ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہیں
وہ آپس میں ایک دوسرے پر غرا رہی ہیں
سمندر اپنی نیند خراب کرنا نہیں چاہتا
اس نے شاید سونے سے پہلے بہت پی لی ہے
ورنہ وہ ان لہروں کو تنبیہ کرتا
لیکن اگر کشتی ٹوٹ گئی
اور سمندر سوتا رہ گیا
تو سمندر کہاں جائے گا؟

سمندر اپنی مرضی سے جی رہا ہے

اوپر تنا آسمان اس کا ہمجولی ہے
دونوں روز ایک دوسرے کو صبح اٹھ کر دیکھتے ہیں
جب سب خاموش ہوتے ہیں
اور کسی اور بھی اندھیرا ہوتا ہے
وہ آپس میں کھسر پھسر کرتے ہیں
تم اپنی مرضی سے کب تک جیو گے؟
سمندر ہنستا ہے
جب تک تم جیو گے
اور اگر میں نہ رہا تو؟
تو میں بھی کہاں جیوں گا
اور جی گئے تو؟
تو اسے پھر جینا تھوڑی کہیں گے
آسمان ہنستا ہے
اور ہنستا ہے
اور ہنستا ہے
سمندر اس کی ہنسی کی آواز
آنکھیں بند کر کے سنتا ہے
پھر وہ آنکھیں کھولتا ہے
آسمان نہیں ہوتا
سمندر اپنا سارا پانی

سمندر غیظ میں ہے

سمندر نہیں دے رہا ہے
پانی ان بادلوں کو
جو لے کے جاتے ہیں پانی ان زمینوں پر
جہاں بسنے والے لوگ
ظلم کے سامنے سر جھکا رہے ہیں
جو بھوک اور ناانصافی
ایک دن کی غذا کے عوض
اپنے کشکول میں ڈال رہے ہیں
سمندر غیظ میں ہے
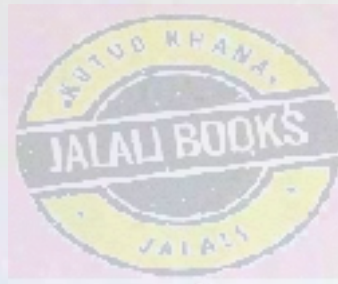
سنو کہاں گزارے یہ اڑتیس سال

کہاں؟

تم نے کہاں گزارے؟

پہلے تم بتاؤ

اچھا میرے منہ سے سننا چاہتے ہو؟

ہاں

یہیں ایک چھت کے نیچے

اور تم نے؟

چھت تو یہی تھی

مگر تم کہاں تھیں؟

ہنسی

آنکھوں میں شرارت

یہ بتانا ضروری ہے؟

ہاں

ان تین سالوں میں جو اڑتیس سال سے پہلے گزارے

ان اڑتیس سال میں داخل ہونے کے لیے

وہ تین سال کیسے یاد رکھے؟

کیسے؟

کیا تم کو یاد نہیں؟

تم سناؤ، کیا کیا یاد رکھا

ہنسی... ایک اور ہنسی

شبِ ماتم

وہ کہتے ہیں
ہیپی نیو ایر
وہ بھی کہتے ہیں، نیا سال مبارک
ہم کیا کہیں؟
کیا ہم یہ کہنے کی جرأت کر سکتے ہیں
انھیں جو اپنے بچے گنوا بیٹھے
یا انھیں جن کے گھر جل گئے
یا انھیں جو بے روزگاری کے کنویں میں ڈھکیل دیے گئے
کس کس سے کہیں کہ جشن مناؤ
نئے سال کا
جھوٹ کے کونڈے میں کبھی گزری دہی بن گئی ہے
جس پر پھپھوندا اپنا بچھونا بچھا رہی ہے
یہ تو ہو سکتا ہے
کہ سال کے پہلے دن اور اس کی شروعات پر
ایک دوسرے کو مبارک باد دیں
ہم نئے سال میں آ گئے
جو پچھلے سالوں کی طرح ہمارے پرخچے اڑانے کے لیے
آن پہنچا
ہم سب ماتم گسار شبِ ماتم میں صفِ ماتم بچھائیں
ان کے لیے جن کو ہم نے کھو دیا

صبح ہو گئی

ہاں
یہ صبح تو ہماری ہے
اچھا؟
ہاں، لوگ ہم کو یاد کرتے ہیں
تم لوگ آپس میں؟
نہیں

بہت پرانی بات ہے
جب کسی نے ہم پر توڑے جانے والے ظلم کے خلاف آواز اٹھائی تھی
اچھا، پھر کیا کوئی فرق پڑا؟
ہم پر؟ نہیں
دیکھو میرے ہاتھ
اینٹیں اٹھا اٹھا کر میری انگلیاں جھڑ گئیں

وہ سب ہمارا وہ دن مناتے ہیں
جب ہم ان کی نظر میں آئے
پھر
وقت گزرتا رہا

اب یہ دن منایا جاتا ہے
لیکن اب یہ فیشن بن گیا
وہ ہمارا دن مناتے ہیں
اور عزت کماتے ہیں

وہ کون؟

جو ہم سے مزدوری کروا کر

روٹی کو ہم سے دور کرتے ہیں

لیکن ہم اس دن بھی بھوکے مرتے ہیں

جیسے آج کا دن ہے

آج کوئی مزدوری نہیں ملتی

آج مزدوروں کا دن ہے

آج چھٹی کا دن ہے

ہمارے گھر کے چولہے بھی چھٹی منا رہے ہیں

فساد کے پھیلاؤ میں

زندگی درختوں سے گرتے پتوں سے بدتر ہے
پاؤں کے نیچے آجانے والے پتے
زندگی کہاں ہے
سہمی ہوئی
ٹھٹھری ہوئی
زندگی نہیں جانتی، نشانے پر کون ہے
چھپنے کی کوئی جگہ نہیں ہے
ہے تو بس کھلا آسمان
فساد کا پھیلاؤ اپنی چادر تان رہا ہے
جنگل؟
وہ بھی آنکھیں موندے پڑا ہے
اس کے جانور؟
وہ تو پہلے ہی بھاگ نکلے ہیں
جنگل نہیں جانتا کہاں گئے

بس
زندگیوں کو فساد کے پاؤں تلے کچلنے کی آوازیں سن رہا ہے
آنکھیں موندے
اس کے جانور کہاں گئے؟
وہ نہیں جانتا
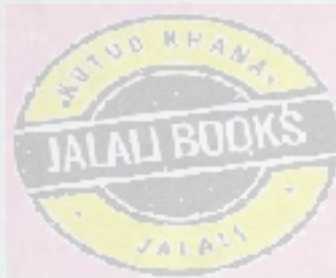
قہر سے لبریز ہے زمانہ

پچھاڑیں کھا رہی ہے زندگی
مہلت کے عوض کیا لے گی یہ موت
اندیشوں سے بھرے یہ راستے
پاؤں کے نشان بھی کہیں تڑپ رہے ہیں
یہ ہے زندگی؟
پوچھتی ہے زندگی دوسری زندگی سے
یہاں تو چھپنا بھی محال ہے
موت تو سرگوشیاں بھی سن لیتی ہے
سانس کی آواز بھی دم سادھے بیٹھی ہے
لیکن یہ کون ہے
جس نے موت کو اتنی چھوٹ دے رکھی ہے
یہ کون ہے جس کے ہاتھ میں چابک ہے
یہ کون ہے جو روندر ہا ہے زندگی کو
کیا لاچاری اسے کہتے ہیں
زندگی چیخنا چاہتی ہے
لیکن آواز نہیں نکل رہی

کچھ نہیں دیکھتے تھے ہم

جب محبت ہم سے پینگیں بڑھاتی تھی
وہ ہمیں گھیرتی تھی چاروں طرف سے
اتنا کہ سب باخبر ہو جاتے
درختوں پر بیٹھے پرندے
پیڑوں پر کھلتے پھول
اپنی اپنی بولیوں سے ہمیں آشیرباد دیتے
اور یہ جو پھول ہیں
وہ ہماری حالت پر ایک دوسرے کو دیکھ دیکھ تالیاں بجاتے
اور پرندے اپنا منھ چھپا چھپا کر ٹھٹھے مارتے
زمین پر پڑی گھاس کے بھی کان کھڑے ہو جاتے
اور تو اور، ہمارے سر پر سے گزرتے بادل کا ٹکڑا بھی
ہماری حالت پر ہمیں چھیڑتا
اور اپنی چند بوندیں
ہمارے بدن پر نچھاور کر جاتا
لیکن کوئی نہیں جانتا تھا
محبت ہمارے ساتھ کیا سلوک کرتی تھی
اس کا شکنجہ ہمارے جسم کو کیسے جکڑتا تھا
اگر وہ یہ بھی جان جاتے
تو سب
اپنی چھیڑ چھاڑ بھول جاتے
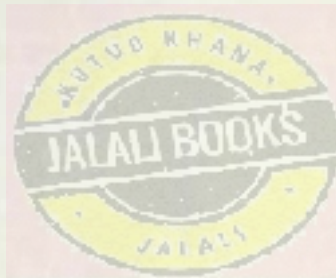
کرائے کا مکان

جب ڈھونڈنے جاتے ہیں
وہاں بس دو منزلیں دکھائی جاتی ہیں
اوپر کی منزل اور نیچے کی منزل
ہم اوپر کی منزل دیکھنے جاتے ہیں
وہاں کوئی نظر نہیں آتا
ہم ایک سوراخ سے جھانکتے ہیں
کوئی ہے؟
تو سوراخ سے ادھر ایک آواز آتی ہے
ادھر آنا منع ہے
لیکن کیوں؟
تم نہیں جانتیں
یہ ہمارے لیے مختص ہے
تم کون ہو؟
تم ہم کو نہیں جانتیں
ہم وہ لوگ ہیں جو پیدا ہوتے ہیں
دوسروں کا خون پینے کے لیے
تمھاری کھالوں کو تمھارے جسموں سے اتار کر
ہم اپنی عیاشیاں ان میں ٹھونس دیتے ہیں
لیکن یہ بھی ضروری ہے
کہ ان جسموں پر گا ہے بہ گا ہے

کسی کو نہیں پتا

کسی کو نہیں پتا، کل کیا ہونے والا ہے
ہوائی جہاز میں سفر کرنے والی عورت کے پاؤں کو بھی
جو ابھی ابھی جوتوں سے باہر آئے ہیں
اور نہ اس کی مٹھی میں دبے ہوئے اس سگریٹ کو
جس کو وہ سونگھ کر اپنی سگریٹ پینے کی خواہش کو پورا کر رہی ہے
اس کی نظروں کے سامنے لگے نو سموکنگ کے سائن کو بھی
جو اس کی سگریٹ پینے کی خواہش کا مذاق اڑاتا نظر آ رہا ہے
کسی کو پتا نہیں، کل کیا ہونے والا ہے
اس جہاز کو بھی
جو مسافروں کو دس ہزار میٹر کی بلندی پر لے جا رہا ہے
اس یقین کے ساتھ
کہ کسی کو پتا نہیں، کل کیا ہونے والا ہے
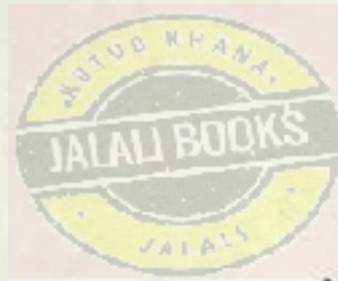
کمال کر دیا ایک ملال نے

مجھے نئی حیرتوں میں پھینک دیا
سدھ بدھ بھول کر
ایک نئی سدھ بدھ میں
کیا ہے اور کیا نہیں ہے
سب صاف ہو گیا
اب جو ہے سب نیا ہے
جیسے میں نئے شہر میں گھس ائی ہوں
سڑکوں، گھروں اور چہروں سے لے کر
آوازیں بھی
ایسی جو کبھی نہ سنی ہوں
ہر چیز چھو چھو کر دیکھتی ہوں
برف کی طرح سرد اور چمکیلی
پوروں کے لمس بھی
پرانی بھاشا بھول گئے
اس نئی حیرت میں
وہ ملال بھی گیا
نہیں
وہ تو یہیں کہیں ہے، اُسی حالت میں
جیسا کہ ملا تھا
ذرا بھی ٹس سے مس نہیں ہوا
بس سب کچھ نیا کر گیا

کھڑکی کے نیچے مجھے قدموں کی آہٹ سنائی دے رہی ہے

اٹھوں، دیکھوں
یہ کون ہیں
بے سروسامانی کے جھنڈے اٹھائے
غموں کی بدحواسی میں ڈوبے ہوئے
چلو دیکھتی ہوں
ہوا کی دھند میں پھیلا ہوا ہے
ایک دھواں
کیا کوئی بین کر رہا ہے؟
سوگ کا ماتم کہیں جاری ہے کیا؟
شاید کوئی آسیب ڈرانے آپہنچا ہو
نہیں تو
جیسے کوئی ماں گریہ کر رہی ہو
جیسے کسی کا کوئی کھو گیا ہو
ہائیں، کیا ایسا ہے؟
خواب کے بستر سے نکلو
کھڑکی سے جھانکو، دیکھو
کون مبتلائے بلا ہیں
ہاں جھانکتی ہوں، دیکھتی ہوں
ارے یہ تو کتنے قدم ہیں
دھول سے چھپ گئی ہے ان قدموں کی آہ وبکا

چہروں پر ہے بے بسی
بے یاری و مددگاری کی سلیں
اپنے کندھوں پہ لادے ہوئے
چلے آرہے ہیں
میری کھڑکی کے نیچے سے گزرتے ہوئے
چلے جارہے ہیں
اپنے ماتھے پہ باندھے ہوئے سوگ کی پٹیاں
جو کہہ رہی ہیں
ہمارے پیاروں کو ہم سے ملادو
ہمارے بچوں کو جنگل کی لومڑیاں لے گئی ہیں
ان کو واپس دلادو ہمیں

مزہ جو آتا تھا
لوگوں کی زبان جب میرے لیے آگ اگلتی تھی

تب
تو میں آج بھی فراغت ڈھونڈ رہی ہوں
ایک مضحکہ خیز فراغت
لوگوں کی مدح سرائی سے
جب وہ میرے دل کو کچوکوں سے بھر دیتے ہیں
میرا دل چاہتا ہے
ریت پر چلوں
ہاتھوں میں لوہے کے کڑے پہن کر
گلے میں لوہے کا طوق ڈال کر
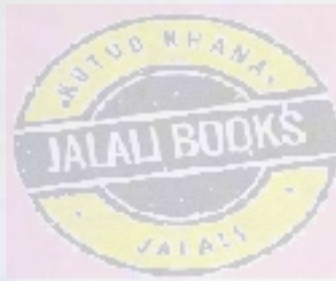
کیا یہ ممکن ہے

کیا یہ ممکن ہے کہ ہم بن موسم کے پھول
زرد ہوتی ہوئی کونپلوں پر لگا دیں؟
کیا یہ ممکن
ہے
کہ ہم ان کے آگے سے بھوک اٹھا لیں
جو ابھی زندہ ہیں؟
کیا یہ ممکن
ہے
کہ جو بھوکے پیٹ مر گئے
ان کو
ان کی قبروں سے نکال کر ایک وقت کا کھانا کھلا دیں؟
قبروں میں جانے سے پہلے ان کی چیخیں
ابھی آسمان پر کہر بن کر ٹھیری ہوئی ہیں
سب کو سنائی دے رہی ہیں یہ چیخیں
ان کو بھی جو بہرے ہیں
ان کو بھی جو اندھے ہیں
ان کو بھی جو سننے سے انکار کر رہے ہیں

کیسے لکھیں ایک محبت کی نظم

کیسے لکھیں موسم بہت سہانا ہے
کیسے بتائیں سب کو، اپنے گھروں کے ٹی وی بند کر دو
ہر چینل پر لاشوں کی کتھا بیان کی جا رہی ہے
لیکن کھڑکیاں سب گھروں کی کھلی ہیں
لاشیں اٹھانے والی گاڑیوں نے شور مچایا ہوا ہے
کان پڑی آواز سنائی نہیں دے رہی
اور وہ نظم جو لکھوانا چاہتی تھی
کونے میں دبکی کھڑی ہے
دیکھو، شاید تھر تھر کانپ رہی ہے
تواتر میں دیکھ رہی ہے اور سن رہی ہے
لاشوں کی آمد و رفت
وہ لاشیں جو قبروں میں اتاری جا رہی ہیں
اور وہ جیتی جاگتی لاشیں
وہ حنوط شدہ؟
ہاں، ان کو لوگوں نے قبروں میں اتارنے میں کوتاہی کی
اب ان کے ہاتھوں میں لاشیں بنانے کا ٹھیکہ ہے
دیکھو، میری نظم وہاں دہائی دینے والی عورتوں کے ساتھ
تپتی دوپہر میں بینر اٹھائے کھڑی ہے

ماں کہتی تھی

یہ شیاما کبھی ایک عورت ہوگی
جب بھی یہ بولتی ہے
لگتا ہے اپنے دکھڑے رو رہی ہے
اکثر یہ چہکتی بھی ہے
لیکن کبھی کبھی
سنو تو لگتا ہے
ہاں مجھے اب لگتا ہے
جب میں گھر کے پڑوس میں لگے درخت پر بولتی اس چڑیا کو سنتی ہوں
چہک چہک کر کچھ کہہ رہی ہوتی ہے
تیز آواز میں جلدی جلدی
جیسے کوئی عورت سروتے سے چھالیہ کتر رہی ہو
جیسے کہہ رہی ہو
میں اس دنیا کو بدل دیتی
اگر میں چڑیا نہ ہوتی
تو
میری ہنسی چھوٹ جاتی ہے
بکتی ہے
عورت بنتی
تو اس کو آٹے دال کا بھاؤ پتا چلتا
تو کیا ہوتا

میں بولنے والی چڑیا سے کہتی ہوں
تم تو انڈے دیتی ہو
بچے کب دیتی ہو؟
وہ کہتی ہے
ہاں ہاں
انڈے دینے کا موسم اور بچے جننے کا کا موسم ایک سا ہوتا ہے
تم کیا جانو
حاملہ تم بھی ہوتی ہو، حاملہ میں بھی ہوتی ہوں
جب تک یہ بڑے نہیں ہوتے
میری اڑان پست ہو جاتی ہے
جب یہ اڑ جاتے ہیں؟
تب! کچھ نہیں
میں چپ ہو جاتی ہوں
اپنے گھونسلے میں
انتظار کرتی ہوں ان کے واپس آنے کا
ہاں ایسے سمے میں بہت بولتی ہوں
تم عورتوں کی طرح
میں ہنستی ہوں، ہنستی رہتی ہوں
یہاں تک کہ مجھے اچھو ہو جاتا ہے
پاگل ہوں
ایک چڑیا سے باتیں کر رہی ہوں
وہ کیا سنتی ہو گی
ماں بھی کیسی باتیں کرتی تھی

مٹی کی ہانڈی

مٹی کی ہانڈی
لال نیلی پیلی لکیروں سے بنائی تھی دو ہاتھوں نے
مٹی کی ہانڈی بہت پرانی نہیں تھی
دو چلبلے ہاتھ بنا رہے تھے
مٹی کی ہانڈی خوش تھی
پہلے تو وہ تودہ تھی بھربھری مٹی کا

اور اب
وہ گھما گھما کر خود کو دیکھ رہی تھی
اور داد دے رہی تھی اس کمہار کو
جو بنا رہا تھا کچھ اور
اور بنا دیا اس کو
اور تو اور، رنگ برنگی لائنوں سے اسے سجا بھی دیا تھا
مٹی کی ہانڈی خوش کتنی تھی
لیکن اچانک
ایک سوکھی روٹی کا ٹکڑا
ایک بچے کے ہاتھ نے اس میں پھینکا
مٹی کی ہانڈی رونے لگی
وہ ابھی تک رو رہی ہے

اور محبت کے استعارے ہیں
محبت کی وبا کو زیادہ پھیلنا نہیں چاہیے
لہٰذا ہر گھر میں نفرت کی گیس
اسلحہ بردار گھوڑوں کے ذریعے چھوڑی جائے گی
جو موت کا کارندہ بن کر نفرت کو فاتح بننے کی خبر سنائیں گے

موت بے آواز کیوں ہے

اتنی چپکے سے آتی ہے
اور کسی کی بھی انگلی پکڑ کر لے جاتی ہے
ایسا کیوں کرتی ہے؟
نہیں دیکھتی، کسے لے جا رہی ہے
نہیں دیکھتی، جس کو لے جا رہی ہے
اس کے پاس تو اسے پھٹکنا بھی نہیں تھا
اب وہ تجوری کون کھولے گا
جس میں بند تھیں
اس کی مہارتیں؟
اس تجوری کا نمبر تو اس کے دل کی کسی پاکٹ میں ہوگا
اب کہاں سے لائیں گے وہ آواز
جو ایک خواب میں لپٹی ہوئی
اپنی دھمک سے ہمیں لوری سناتی تھی
اور کہتی تھی
خواب دیکھنا مت بھولنا
ہمیں خوابوں کی بھیڑ میں چھوڑ کر
اپنے خوابوں کی گٹھری سمیٹ کر چلا گیا
ہم اپنی اپنی منڈیروں پر بیٹھے دیکھ رہے ہیں
موت اس کی انگلی پکڑ کر کہیں لے جا رہی ہے
کہاں؟ یہ کسی کو نہیں معلوم
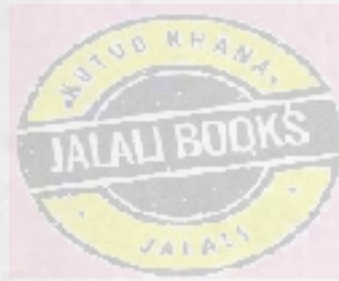
موت کا نوحہ

میں کتنی سفاک ہوں
نہیں، میں سفاک نہیں ہوں
سفاک پھر کون ہے؟
میں بتاتی ہوں
یہ حرامزادے
میں جن کی قید میں ہوں
یہ مجھے گھسیٹے گھسیٹے
لیے پھرتے ہیں
مجھے، یعنی موت کو
جہاں یہ دیکھتے ہیں زندہ انسانوں کی بھیڑ
مجھے گردن سے گھسیٹتے ہوے
وہاں لے جاتے ہیں
میں بے بس
مجھے وہی کرنا ہوتا ہے
جو یہ چاہتے ہیں
میری آنکھوں پر پٹی باندھ کر
مجھے لے کر گھومتے ہیں
یہ زندہ انسانوں کی بھیڑ میں مجھے چھوڑ دیتے ہیں
ایک بھیانک آواز آتی ہے
اور چیخ پکار

ہمیشہ یہی ہوتا ہے، ہمیشہ
کوئی بتائے گا
یہ حرامزادے کون ہیں؟
اگر یہ مجھے چھوڑ دیں
میں انھیں مزہ چکھاؤں
اپنا
ان حرامزادوں کو

میں جاگتے ہوئے خواب دیکھتی ہوں

میں جاگتے ہوئے خواب دیکھتی ہوں، تم سوتے ہوئے
میں دیکھتی ہوں، ان سب کو خدا اپنی مٹھی میں لے جا رہا ہے
جو ابھی زندگی کی پہلی سیڑھی پر کھڑے تھے
میں نے پوچھا، یہ کیوں؟
وہ ہنس دیا
پھر رونے لگا
میں نے پوچھا، یہ کیوں؟
بولا، ان کے پاؤں بہت چھوٹے ہیں
زمین خون سے رنگی گئی
ان کا چلنا دشوار ہے
تو پھر بھیجا کیوں تھا؟
ہاں، بھیجنے کی غلطی کی تھی، اب لے جا رہا ہوں
یہ سفا کی نہیں؟
ہاں ہے، لیکن ان سے زیادہ نہیں
جنھوں نے زمین کو خون سے رنگ دیا
میں نے خدا کو پھر دھاروں دھار روتے ہوئے دیکھا
میں بھی رو پڑی

میں مزدور ہوں

میں مزدور ہوں
تم مزدور ہو، وہ سب مزدور ہیں
وہ سب
جو ہمارے قبیلے کے لوگ ہیں
ہمارے قبیلے میں جب کوئی پیدا ہوتا ہے
بھوک اس کے سرہانے آکھڑی ہوتی ہے
پہلے دن سے
جسم محتاط ہو جاتا ہے
جب ہماری ماؤں کے پستانوں میں دودھ سوکھ جاتا ہے
ہمارے گھروں میں آنگن نہیں ہوتے
ہم سڑکوں پر کھیل کر جوان ہوتے ہیں
ہمارے پاؤں ترستے ہیں اسکولوں کی جانب جانے کے لیے
ہمارے درجے ہیں
کہیں ہمارے ہاتھ زمینوں کی صفائی کرتے ہیں
کہیں ہم دوسروں کا سامان ڈھوتے ہیں
کہیں ہم اپنا سیکھا ہوا دوسروں کو سکھاتے ہیں
مگر ہم ایک ہی ہیں ایک ہی قبیلے کے
کسی وقت بھی
بھوک ہمارے گھروں میں ڈیرا ڈال لیتی ہے
ہم جو مزدور ہیں

ہم تو مزدور ہیں
ہمارا قبیلہ کبھی نہ ختم ہونے والا قبیلہ ہے
کوئی ہمیں مٹا نہیں سکتا
کوئی بھی نہیں
ہم ہمیشہ سے ہیں
اور ہمیشہ رہیں گے

میں نے اپنے ہاتھوں سے ان پھولوں کو گرنے نہیں دیا

میں نے اپنے ہاتھوں سے ان پھولوں کو گرنے نہیں دیا
جن کی خوشبو
رات کی رانی کی سی مہک رکھتی ہے
میں نے اپنی آنکھوں سے،
ان جگنوؤں کو اڑنے نہیں دیا
جن کی روشنی اندھیروں کو چکا چوند کرتی ہے
میں نے اپنے ہونٹوں کو ان لفظوں سے سجائے رکھا
جو تمھیں دعوتِ گناہ دیتے ہیں
میں نے خود کو ایک مرتبان میں چھپا کر رکھ دیا
جس پر تمھاری نظر نہ پڑے

نیا سال آیا ہے

کیا وہ جانتا ہے اس کے پیچھے کیا ہوا؟
کون بتائے گا اسے؟
وہ جو مارے گئے
یا وہ جو نشانے پر ہیں
نیا سال جب آتا ہے
وہ جن پر کچھ نہیں گزری
اپنے اپنے علاقوں میں ناچتے ہیں، گاتے ہیں
خوب رنگ رلیاں مناتے ہیں
پیتے ہیں، پلاتے ہیں
جشن بھی مناتے ہیں
یہ جانے بوجھے بغیر، کس پر کیا گزری
اُس سال پر بھی جو ابھی لہولہان گزرا ہے
اپنی زخمی آنکھوں سے یہ دیکھ دیکھ کر
کہ بوجھل جسموں سے اپنے اپنے دکھوں کا درد اٹھائے
زمین پر چلتے پھرتے یہ لوگ
جن کا کوئی پرسانِ حال نہیں ہے
ان کی زندگی کا مقصد صرف موت ہے
کوئی ان کو مارنے کی گھات میں ہے
یا وہ خود مرنے کی گھات میں
نئے سال کو اگر پتا چل جائے

ہم دو زندگیاں جی رہے ہیں

ایک وہ جو تم دیکھ رہے ہو
ہمیں اچھے کپڑے پہن کر گھومتے ہوے
ہنستے مسکراتے ہوے
ایک وہ جو ہم سہ رہے ہیں
یہ آوازوں کے گولے
ہمارے کانوں میں داغے جا رہے ہیں
جو آسمان سے گرتے ہیں
اور پچھاڑ دیتے ہیں انھیں جو زندہ رہنا چاہتے تھے
ڈھکیل دیتے ہیں انھیں
جو اپنے پالنوں میں یا اپنی ماؤں کی گودوں میں جینے کے لیے آئے تھے
صرف تصویریں
ہمارے قلب و جگر کو زخمی کر رہی ہیں
صرف تصویریں
آوازیں تو ہم تک نہیں پہنچ رہی ہیں
ان کے کھلے ہوے منھ اور پھٹی ہوئی آنکھوں کو دیکھ رہے ہیں
جو ہمارا ابھی کلیجہ چبا رہی ہیں
وہ کون ہیں؟
وہ بھی ہم ہی ہیں
غور سے دیکھو
ہمیں آواز دو
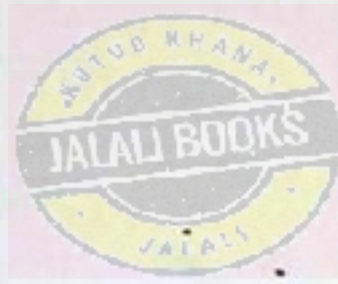
پکارو ہمیں

وہ آواز جانی پہچانی ہو گی

وہ ہماری ہی ہو گی

ایک یہاں، ایک وہاں

وہاں

جہاں سیریل کلر موت اپنی جنگل بندی میں مستعد نظر آ رہی ہے

ہم نے فرض کرلیا، ہم آزاد ہو گئے

ہم نے فرض کرلیا، ہم ایک ایسی زندگی جییں گے
جس میں زندہ رہنے کی آزادی ہوگی
ہم کبھی بھوکے نہیں مریں گے
ہمارے بچے بڑے لوگوں کے بچوں کے ساتھ
اپنے قیمتی بستوں کے ساتھ بڑے اسکولوں میں جائیں گے
بڑے لوگ، جو کبھی ہمیں دھتکاریں گے نہیں
بڑے لوگ؟ ہاں، بڑے لوگ
جن میں لوٹ کھسوٹ کی شکتی ہے
آزادی اب صرف کتابوں میں نہیں پڑھی جائے گی
آزادی ہمارے ساتھ پٹھو کھیلے گی
آزادی ہمارے ساتھ کبھی کبھی کبڈی بھی کھیلے گی
صرف فلموں میں نہیں، صرف سٹیج پر نہیں
وہ سڑکوں اور گلیوں میں
ہمارے گھروں میں ہمارے ساتھ کودتی پھرے گی
وہ قہقہے لگائے گی
جب ہم پیٹ بھر کھانا کھا رہے ہوں گے
جب ہم آرام دہ چارپائیوں پر لمبی تان کر سو رہے ہوں گے
وہ ہمارے سرہانے
اپنے گیتوں سے ہمارے سوئے ہوئے خواب جگائے گی
چلو ہم فرض کر لیتے ہیں

ہمارے اختیارات غصب کر لیے گئے ہیں

ہمارے اختیارات غصب کر لیے ان سر کٹے بدن والوں نے
انھوں نے بڑی دل جمعی سے
اپنے سر اپنے اپنے دھڑ سے الگ کروا لیے
تا کہ وہ پہچانے نہ جائیں
انھوں نے ہمیں منڈیروں پر بٹھا دیا ہے
تا کہ
جب ہوا تیز چلے تو ہم دوسری طرف بنی کھائی میں گر پڑیں
کبھی نہ اٹھنے کے لیے
وہ سمجھتے ہیں
وہ پہچانے نہیں جائیں گے
ایسا بھلا ہو سکتا ہے؟
مرنے سے پہلے ہم ان کے سر ڈھونڈ نکالیں گے
اور جب وہ ہوائیں چلیں گی
جو ہمارا ساتھ دیں گی
ہم ان کے سروں کو ان کے سامنے کچلیں گے
ورنہ ایک ترازو ہے
جس میں ایک طرف ان کے سر ہوں گے
اور ایک طرف ہم سب
موافق ہوا شاید ہمارا ساتھ دے

ہمارے سامنے گناہوں کی پلیٹیں سجی ہوئی ہیں

ہم گناہوں کے نوالے چبا رہے ہیں
اور اذانیں دے رہے ہیں
ہم گناہوں کے لقمے نگلتے جا رہے ہیں
اور ہمارے لیے چھوڑی گئی کتاب کو حفظ کر رہے ہیں
ہم گناہوں کی لذتوں میں تیر رہے ہیں
اور مدرسے کھول رہے ہیں
مدرسے جہاں ہم نفرتوں کی داغ بیل ڈال رہے ہیں
جہاں ہم ماؤں سے چھین لیتے ہیں ان کے بچے، عورتوں سے ان کے شوہر
باندھ دیتے ہیں ان کے جسموں سے موت
مٹانے کے لیے گلیوں بازاروں میں چلتی پھرتی زندگیاں
ہم آدم خور ہیں
کھا جاتے ہیں منٹوں میں خواب دیکھنے والوں کو
غور سے دیکھو تو ہمارے دانت نوکیلے ہو رہے ہیں
ہمارے ہونٹوں پر خون لگا ہے
ان کا جو اپنے اپنے گھروں میں ہنس رہے ہوتے ہیں
مزے میں چارپائیوں پر بیٹھے خوش گپیاں کر رہے ہوتے ہیں
مگر ہم جو آدم خوروں کی لسٹ کو بڑھانے میں لگے ہیں
اگر کوئی ہم سے پوچھے کہ ہم کون ہیں
تو ہمارے جواب سے پہلے وہ جان جائیں گے
ہمارے ہونٹوں پر لگے ہوئے خون کو دیکھ کر
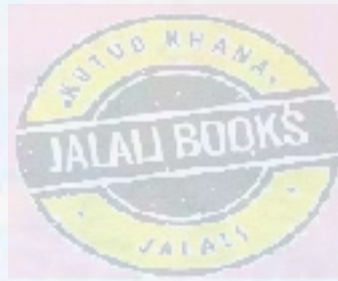
ہمیں محتاط ہونا ہوگا

کہاں؟
جہاں زندگی گندے پانی میں کودنے پر تیار ہے
ہم ان علاقوں میں نہیں جائیں گے
جہاں زنانے دھڑ والے لوگ موجود ہیں
ہمیں کوشش کرنا ہوگی
ان علاقوں کو خالی کرالیں
جہاں بھوک برہنہ موج اڑا رہی ہے
ہمیں ان سڑکوں پر نہیں چلنا
جہاں من موجی گدھ انسانوں کا گوشت کھانے پر بضد ہوں
ہمیں ان لوگوں سے دور رہنا ہے
جو بدبودار جسموں کو سجانے کا ارادہ رکھتے ہیں
ہماری کھالوں کے کاروبار سے
وہ جو چہروں پر پلاسٹک کوٹنگ کروا کر
در پردہ اس بھوک کا جشن مناتے ہیں
جس کی فصل وہ ہمیشہ کاٹتے ہیں
اور بچوں کی ہڈیوں سے اپنے ڈرائنگ روم کی زینت بڑھاتے ہیں
جو بھوک کے ہاتھوں مارے گئے
اگر ہم ایسا نہیں کر سکتے
تو ہمیں خودکشی کرنا لازمی ہے
ہمیں ان کے ہاتھوں نہیں مرنا
جو ہمیں کسی حیلے بہانے سے مار دینا چاہتے ہیں

وراثت میں مجھے کچھ نہیں ملا

وراثت میں مجھے کچھ نہیں ملا سوائے ایک عشق کے
میں نے سنا تھا
میرے باپ نے بھی عشق کیا تھا
ماں کا پتا نہیں چلا
اس کے دل کی بات میں کبھی نہیں سن سکی
عشق کہاں سے شروع ہوا، کہاں ختم ہوا، یہ مجھے بھی پتا نہیں چلا
لیکن بچے کہتے ہیں، تم ہمارے باپ سے عشق کرتی ہو
مجھے وراثت میں کچھ نہیں ملا
ہاں گاہے بگاہے جو دیوانگی میرا راستہ روکتی رہی
وہ ورثے کا حصہ نہیں تھی
اور وہ آوارگی
جو میرے خوابوں کو تعمیر کرتی رہی
میرا ایک دوست کہتا ہے، میں نے کسی سے عشق نہیں کیا
مجھے اپنے آپ سے عشق کرنے سے فرصت ہی نہیں ملی
میں سوچتی ہوں کیا وہ ٹھیک کہتا ہے؟ اگر ایسا ہے تو
مجھے وہ لڑکی کیوں یاد آتی ہے، جو ہسپتال میں مرنے کے انتظار میں پڑی تھی
جو عشق کے جرم میں جلا دی گئی تھی
جو مرنے سے پہلے اتنی خوبصورت نظر آ رہی تھی کہ موت بھی شاید اس کو لے جاتے ہوئے افسردہ ہو
اس کی آنکھیں اتنی زندہ تھیں کہ مجھے یقین نہیں آتا کہ وہ بند ہو گئیں
خدا نے ان آنکھوں کے ساتھ انصاف نہیں کیا

وہ آج بھی میرے دل میں کھبی ہوئی ہیں
لیکن اسے عشق تو نہیں کہتے
میں ساری زندگی آوارہ گردی کرتی رہی
اپنے دھیان کے میدانوں میں
میں ساری زندگی اپنا پتا پوچھتی رہی
اوران لفظوں کو باریک کرچیوں کی طرح آنکھوں سے اٹھاتی رہی
جو مجھے میرا پتا بتا سکتے تھے
لیکن نہیں، یہ مشقت آج بھی جاری ہے
شاید مجھے ورثے میں یہ مشقت ملی ہوگی
شاید کچھ نہیں
شاید وہ عشق جو مجھے تم سے ہوا تھا

یارو

ایک سال اور کم ہو گیا
جب میں چڑھائی پر تھی
اور کتنے مزے میں اوپر جا رہی تھی
نیچے دیکھے بغیر
گویا نیچے تو دیکھنا حماقت ہے
سب دیکھ رہے تھے
میرے مزے
اور خوش ہوتے تھے
دیکھو کیسے جا رہی ہے روتی جھومتی
بغیر کسی رسی کے
اپنے پاؤں پر کتنا گھمنڈ ہے
یارو
تم سب مجھے کتنی داد دیتے تھے
تمھاری آوازیں میرے قدموں میں تیزی پیدا کرتی تھیں
جو میرا ایک سال کم ہو گیا
تو کیا
تم سب اداس نہیں ہونا
اگر ایک سال کم ہو گیا
اب اترنا تو ہوگا
جلدی یا بدیر
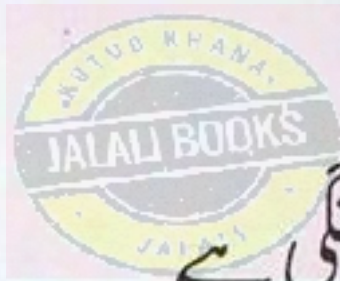
یہ جو خیالوں کی خانہ جنگی ہے

اس کی شروعات کہاں سے ہوئی؟

پہلے یہ ملغوبہ بنے

کسی کے بھی مقعد میں رینگنے والے کیڑوں کی طرح

پھر یہ آپس میں ایک دوسرے کو پچھاڑنے لگے

اب تو یہ سڑکوں پر نکل پڑے ہیں

ایک دوسرے سے ہاتھا پائی کرتے ہوے

دیکھنے والوں کے منھ کھلے کے کھلے رہ جاتے ہیں

جب ان کو باہم دست و گریباں دیکھتے ہیں

ان کے احتجاجی مظاہرے

کسی بھی کراسنگ پر لوگوں کو اپنی طرف مائل کرتے ہوے

ایسا نقشہ بناتے ہیں

جیسے ایک اجتماعی قبر کھلی پڑی ہو

اور مردے ایک بار پھر زندہ ہو کر

ایک دوسرے کی گردنیں دبوچ رہے ہوں

ایک نیا قبرستان بنانے کے لیے

یہ خیالوں کو کیا ہو گیا ہے؟

اچھے بھلے سو رہے تھے

لگتا تھا کبھی نہیں اٹھیں گے

اب جو اٹھے ہیں تو بے لگام ہو چکے ہیں

یہ جو سر جوڑے ہوئے پڑے ہیں خاک پر

یہ کون ہیں؟

کیا ان کی کوئی زمین نہیں ہے؟

ہے!

تو کہاں ہے؟

معلوم کرو

ان سے ہی پوچھو

پوچھیں؟

کیسے؟

یہ تو سب مر چکے ہیں

ان کے پیٹ آج بھی غذا کی بھیک مانگ رہے ہیں
وہ اتنے ہیں کہ تم اور میں گن بھی نہیں سکتے
گال کی تھپ تھپی نے میری آنکھ کھول دی
لیکن کوما مجھے مارنے پر تلا تھا
اور میرا شوہر مجھے جگانے پر،
بار بار یہ ہو رہا تھا
میری نیند، جو مجھے موت کی طرف لے جا رہی تھی
مجھ سے کہہ رہی تھی، جانے سے پہلے دیکھو
یہ کس طرح مارے جا رہے ہیں
ہر طرف موت کی رنگا رنگی ہے
ایک دھوم دھڑکا، ایک شور شرابا
چاروں طرف قہقہے، ہاں ہاں، موت کے
وہ تھپتھپا کر میری آنکھ پھر کھول دیتا
اور میں ہر بار نیند کے جھونکوں میں سوچ رہی تھی
کیا کوئی ایسا ہوگا
جو میرے ملک کو تھپتھپا کر اس کومے سے نکال سکے؟
ورنہ تو...

محبت دو دھاری تلوار ہے

محبت دو دھاری تلوار ہے
نیام میں رکھ کر مت بھول جانا
اس کا ایک حصہ تمھارے خلاف ہو سکتا ہے
تم اس خوش فہمی میں مت رہنا
کہ وہ تمھاری دلداری کرتی رہے گی
نہ نہ ایسا اس وقت ہو سکتا ہے
جب تم صرف خوابوں کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالو
میں نے اپنی تلوار میلے کپڑوں کی الماری میں چھپادی ہے
بہت احتیاط سے کھولتی ہوں
کسی کی نظر اس پر نہ پڑے
میں بھی اس کی نظروں سے خود کو بچاتی ہوں
کہیں وہ میرے خلاف نہ ہو جائے
اور اس کا پہلا وار میرے ہی دل کے دو حصے کر دے
لیکن ایسا نہیں ہوگا
میں نے اس کو پرانی الماری کے میلے کپڑوں میں چھپادیا ہے
جس میں وزنی زنگ آلود تالا لگا ہے

جب کچھ پیسے میرے پاس بچتے ہیں

جب کچھ پیسے میرے پاس بچتے ہیں
جاتی ہوں مارکیٹ
خرید لاتی ہوں ایک بڑا خواب
گھر آتی ہوں
تو خواب کو رکھنے کی کوئی جگہ نہیں پاتی
الٹے پاؤں لوٹتی ہوں
اور کم پیسوں میں بیچ دیتی ہوں وہ خواب
مٹھی میں بچے پیسوں سے
خرید لیتی ہوں ایک اور خواب
گھر لاتی ہوں تو دیکھتی ہوں کہ خواب کو میری طرح
بھوک بہت لگتی ہے
سوچتی ہوں، یہ تو میرے حصے کا کھانا بھی کھا جائے گا
پھر واپس جاتی ہوں
اور کم پیسوں میں بیچ دیتی ہوں
وہ خواب
مٹھی میں آئے پیسوں سے پھر خریدتی ہوں ایک خواب
گھر کے راستے میں خواب میری مٹھی سے نکل کر
ہوا میں اڑ جاتا ہے
اوجھل ہو جاتا ہے میری نظروں سے
اب میری مٹھی میں نہ خواب ہے اور نہ قوتِ خرید